سیر و سوانح

محمد مارماڈیوک ولیم پکتھال اور اسلام

پروفیسر اقتدار حسین صدیقی

تاریخ اسلام میں انیسویں صدی عیسوی مسلمانوں کے سیاسی زوال ہی کا نہیں بلکہ ثقافتی اور اخلاقی انحطاط کا بھی زمانہ ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں انڈونیشیا، ملایا اور ہندوستان پر یورپ کی ڈچ اور انگریز قوموں کی حکومت قائم ہوگئی اور ان ممالک کے باشندے مسلم اور غیر مسلم محکوم بن گئے۔ انیسویں صدی میں شمالی افریقہ کے مسلم ممالک ٹیونس، الجیریا اور مراقش فرانس کے قبضہ میں آ گئے جبکہ مصر پر انگریزوں نے اپنی سیاسی گرفت مستحکم کر لی۔ ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ جو کہ زوال پذیر تھی اس کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے یورپ کی عیسائی حکومتوں نے سازش کرنی شروع کر دی تھی۔ سیاسی اور فوجی کامیابی کے بعد جب مسلم ممالک یورپ کے نوآبادیاتی نظام کے شکنجے میں جکڑ گئے تو یورپ کے حکمرانوں کو احساس ہوا کہ سیاسی استحکام کے لیے مقامی تعاون کی ضرورت تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ وہاں تعینات کیے ہوئے یورپین افسران کو مسلمانوں کی تاریخ، اُن کے مذہب اور کلچر کا علم ہو۔ اسلام اور مسلمانوں کی نفسیات کو سمجھنے کے لیے یورپ کی دانشگاہوں میں، خصوصاً فرانس اور انگلینڈ میں عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کی تعلیم کے علاوہ اسلامی تاریخ اور کلچر کے مطالعہ کے لیے اورینٹل اسٹڈیز Oriental Studies کے نئے شعبے قائم کیے گئے۔ اسلامی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد یورپ کے کچھ دانشوروں نے اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقات کا آغاز کیا۔ اگرچہ ابتدائی زمانہ کی تحقیقات میں اسلام کے خلاف تعصب تھا تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس لٹریچر نے مختلف ممالک کے مسلم دانشوروں کو احساس دلایا

کہ وہ بھی اسلام کے دفاع کے لیے اسلامی تاریخ کے منابع کا جدید طریقوں کی روشنی میں مطالعہ کریں اور اپنی تحقیقات کے ذریعہ یورپ کے مستشرقین کی اسلام کے خلاف پیدا کی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کریں۔

یورپ میں عام خیال تھا کہ اسلام ایک فرسودہ، غیر مہذّب اور رجعت پسند مذہب ہے۔ اس کے برعکس عیسائیت روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اسلام سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ اسلام روحانی اقدار سے خالی ہے مسلمانوں میں اخلاقی پستی اسی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اسی دور کا یہ خوشگوار واقعہ ہے کہ یورپ میں ایسے لوگ بھی تھے جو مذہبی ذہن رکھتے تھے اور حق شناس تھے۔ جب انھوں نے عربی زبان اچھی طرح سیکھ لی اور اسلام کا مطالعہ کیا تو قرآنی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے مسلم ممالک کی سیاحت بھی کی اور بہت سے مسلمانوں کو مذہبی اور اخلاقی طور پر بلند کردار کا حامل پایا۔ بالآخر حق پسندی کی بنا پر مشرّف بہ اسلام ہو گئے۔ یہ لوگ خود ہی سچے اور مخلص مسلمان نہیں بنے بلکہ اپنے ہم وطنوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے لگے اور دنیا کے مسلمانوں کی خدمت اور ان کی اصلاح میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ نتیجۃً فرانس اور انگلینڈ میں نومسلم لوگوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں نظر آنے لگیں اور مسجدیں بھی تعمیر ہونے لگیں۔ اس مقالہ میں اسی طرح کی ایک عظیم نومسلم شخصیت محمد مارماڈیوک پکتھال کی حیات اور ان کے کارناموں کا اختصار کے ساتھ تذکرہ ہے۔

پکتھال کے والدین مذہبی لوگ تھے۔ ان کا تعلق سفوک (Suffolk) کے خوشحال زمین دار خاندان سے تھا۔ سفوک انگلینڈ کے بہت ہی خوشنما علاقوں میں شامل تھا۔ پکتھال کے والد اینگلیکن پادری تھے۔ گھر کے ماحول سے متاثر ہو کر پکتھال کی دو بہنیں نن (Nuns) بن گئی تھیں۔ پکتھال بھی شروع سے مذہبی ذہن رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ سے والہانہ محبت کے علاوہ انھوں نے عیسائی مذہبی لٹریچر کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اُن کی تعلیم و تربیت دولت مند خاندان کے بچوں کی طرح انگلینڈ کے مشہور ہیرو (Harrow) اسکول میں ہوئی۔ ہیرو اسکول میں ان کے ساتھیوں میں ونسٹن چرچل بھی شامل تھے۔ چرچل بعد میں انگلینڈ کے وزیر اعظم بنے۔ اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد پکتھال کو فوجی ملازمت سے دلچسپی پیدا ہوئی لیکن جلد ہی فوجی ملازمت

کے بجائے سیاحت کا شوق ہوا۔ چونکہ انگریز حکمران اپنی ہندوستانی ایمپائر کے تحفظ کے لیے عرب ممالک پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنا چاہتے تھے لہٰذا بہت سے انگریز نوجوانوں نے عربی زبان کو پڑھنا اور سیکھنا شروع کیا۔ پکتھال کو بھی عربی زبان سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ وہ ۱۸۹۴ء میں عرب ممالک کی سیاحت کے لیے نکلے تاکہ عربی زبان میں مہارت حاصل ہو سکے۔ ۱۸۹۶ء تک فلسطین، لبنان اور ملک شام میں سیر و سیاحت کی اور پھر ترکی اور بلقان ہوتے ہوئے انگلینڈ واپس آئے۔ واپسی پر انگلینڈ میں ادبی کیریر شروع کیا۔

ابتدائی نگارشات میں پکتھال کے انگریزی ناول ہیں۔ ان ناولوں کا تعلق یا تو ان کے وطن سفوک کی دیہاتی زندگی سے ہے یا پھر قدیم عربوں اور ان کی ثقافت سے ہے۔ عربوں سے متعلق ناولوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں سے ان کی دلچسپی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی۔ اسی وجہ سے انھیں مسلمانوں اور خاص طور پر ترکی کی سلطنتِ عثمانیہ سے جو کہ زوال پذیر تھی، ہمدردی ہو گئی تھی۔ جب پہلی جنگ عظیم میں ترکی نے جرمنی کے ساتھی کی حیثیت سے شرکت کی تو پکتھال کو سخت صدمہ ہوا کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ جرمنی اور اس کے حلیف ہار جائیں گے۔ ترکی اور جرمنی کی شکست کے بعد پکتھال نے تحریک چلائی کہ ترکی سے علاحدہ امن معاہدہ ہو اور ترکی کے وجود کو ختم نہ کیا جائے۔ اسی زمانہ میں یعنی ترکی کی شکست کے بعد ۱۹۱۷ء کے اخیر میں پکتھال نے اسلام قبول کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ ان کی تبدیلیٔ مذہب سے اُن کے ہم وطن حیرت میں پڑ گئے کیونکہ مسلمانوں کے اس دورِ انحطاط میں یہ تصور کرنا دشوار تھا کہ کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ یورپین عیسائی اسلام سے متاثر ہو کر اسے قبول بھی کر سکتا ہے۔ پکتھال نے اسلام قبول ہی نہیں کیا اس سے آگے بڑھ کر اسلامی دعوت کا کام بھی شروع کر دیا۔ ان کی تبلیغی جدوجہد کے نتیجہ میں نومسلم انگریزوں کی ایک چھوٹی سی جماعت وجود میں آگئی۔ اس جماعت کے پکتھال دینی قائد ہو گئے اور ناٹنگ ہل (Notting Hill) لندن کی مسجد میں امام کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔[۱]

---

[۱] ملاحظہ کیجیے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ نیو ایڈیشن، لائیڈن۔ جلد ۸ ۱۹۹۵ء ص ۳۰۵ ب

یہاں یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ پکتھال کے مشرّف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی حضرت عیسیٰ سے ان کی محبت میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ جیسا کہ ردّعمل میں بالعموم ہوتا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی اصل تعلیم اسلام یعنی قرآنی تعلیم سے مختلف نہیں تھی[1]

پکتھال کے مشرّف بہ اسلام ہونے کی خبر نے دنیا بھر کے پڑھے لکھے مسلمانوں میں خوشی کے ساتھ ساتھ خود اعتمادی پیدا کی۔ ہندوستانی مسلمان اُن کے معتقد ہو گئے۔ حیدرآباد دکن میں عثمان علی خاں نظام ہفتم کے دربار سے متعلق وزرا، سراکبر حیدری وغیرہ نے مسلمانوں میں جدید تعلیم کو شروع کرنے کے لیے سنہ ۱۹۲۰ء میں پکتھال کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ پکتھال مسلمانوں کی اصلاح میں دلچسپی رکھتے تھے لہٰذا وہ حیدرآباد آ گئے اور اپنی زندگی مسلمانوں کی اصلاح اور خدمتِ اسلام کے لیے وقف کردی۔ جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں میں جدید تعلیم کو مقبول بنانے کے لیے شہر حیدرآباد میں ایک ہائی اسکول قائم کیا جس میں تعلیم کی زبان انگریزی تھی۔ وہ خود اس اسکول کے بانی پرنسپل بنے۔ پڑھانے اور انتظامی امور کے علاوہ انھوں نے حیدرآباد میں اعلیٰ صحافت کی بنیاد رکھی بلکہ اس کا ایک معیار قائم کیا[2]

حیدرآباد دکن میں قیام کے بعد پکتھال نے نظام کے دربار سے متعلق وزرا، اور دوسرے بااثر لوگوں کو ترغیب دی کہ انگریزی زبان میں اسلامیات کے بارے میں ایک معیاری تحقیقی سہ ماہی مجلّہ شائع ہونا چاہیے جس میں اسلامی فلسفہ، مذہب اور اسلامی ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی مقالے شائع کیے جائیں تاکہ ماضی میں مسلم دانشوروں کے درخشندہ کارناموں پر روشنی پڑے اور غیر مسلم تعلیم یافتہ لوگوں کو علم ہو کہ عالمی ثقافت میں مسلمانوں کی کتنی اہم دین ہے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ مجلہ میں مسلم اور غیر مسلم مستشرقین کے وہ مقالے شائع کیے جائیں جو معروضی طریقے پر لکھے گئے ہوں اور جو ہر طرح کے تعصّب سے پاک ہوں۔ پکتھال اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں کے مشورہ پر سنہ ۱۹۲۶ء میں نظام نے مجلّہ نکالنے کا حکم دیا۔ اس مجلہ کا نام اسلامک کلچر

---

[1] اسلامک کلچر، کوارٹرلی، حیدرآباد دکن جلد ۱۰ ۔ تعزیت نامہ

[2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جدید ایڈیشن، جلد ۸ ص ص ۳۰۵ تا ۳۰۶ الف
۳۴۰

کواٹرلی (Islamic Cultere Quarterly) رکھا گیا اور اس سلسلے میں اسلامک کلچر بورڈ قائم کیا گیا تاکہ مجلّہ باقاعدگی سے شائع ہوسکے۔ جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر کے مہینوں میں ترتیب کے ساتھ چار شمارے نکالنے شروع کیے گئے۔ پہلا شمارہ جنوری ١٩٢٧ء میں نکلا۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم فضلاء کے اسلام اور اسلامی ثقافت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق تحقیقی مقالے شامل تھے۔ اس شمارے کی طرح دوسرے شماروں میں بھی مقالات کا اعلیٰ معیار قائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی گئی۔ ان مقالوں سے اس تاریخی حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ ماضی میں مسلم فضلاء اور دانشوروں نے علمی اور فکری ترقی میں کتنا اہم رول ادا کیا اور بنی نوع انسان کی تہذیبی و تمدنی وراثت میں کتنا گراں قدر اضافہ کیا اور اس حقیقت کا بھی علم ہوتا ہے کہ ماضی میں اسلام کے ماننے والے ترقی پسند اور فعال تھے اور اُن کی علمی اور ثقافتی میدانوں میں ترقی اسلام کی رہینِ منت تھی کیونکہ اسلام بنیادی طور پر اقدام اور پیش قدمی کو پسند کرتا ہے۔ پکتھال کے مقصد پر اُن کے اپنے لکھے ہوئے ایک ریویو (Review) سے جو کہ انھوں نے فرانسیسی عالم لوئس میسینوں کے مجلّہ Des Istamiques Revue Des Islamiques پر کیا تھا، اچھی روشنی پڑتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں
کا مقصد دورِ حاضر کے اسلام، مسلمان اور مسلم تہذیب سے ہے برعکس اس کے ہمارے جرنل (اسلامک کلچر) کا تعلق ماضی کے درخشندہ اسلامی ورثہ سے ہے [1]

پکتھال اسلامک کلچر کی صرف دس جلدیں شائع کرسکے تھے۔ ١٩٣٦ء میں ان کی ناگہانی موت نے اسلامک کلچر کو ان کی خدمات سے محروم کر دیا۔ پکتھال کی مرتب کی ہوئی دس ابتدائی جلدیں اپنے علمی اور تحقیقی معیار سے بہت اہم ہیں۔ ان کی وجہ سے مجلّہ اسلامک کلچر کو شہرت ملی اور دنیائے علم و دانش میں اس کا وقار قائم ہوا۔

---

[1] لوئس میسینوں کا جرنل Revue Des Istamiques بھی ١٩٢٧ء ہی میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ پکتھال کا اس پر ریویو اسلامک کلچر کے جنوری ١٩٢٨ء کے پہلے شمارے میں شائع ہوا تھا دیکھئے: Islamic culture, Hyderabad-Deccon, Vol 2 no.1, Jan 1928, P, 115

اسلامک کلچر کی پہلی جلد پر مختلف جریدوں میں ریویو شائع ہوئے یا پھر مسلم اور غیر مسلم اسکالرس نے خطوط کے ذریعہ اپنی رائے سے مطلع کیا۔ ہر تبصرہ اور رائے میں پکتھال کی کوشش کو سراہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر جرنل آف رایل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹین کے تبصرہ میں اس امید کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے علمی جریدوں میں اسلامک کلچر کا معیار اور مرتبہ نمایاں رہے گا۔ لندن کے دوسرے جرنل اسلامک ریویو (Islamic Review) نے اسلامک کلچر کو اپنی نوعیت کا ایک انوکھا جرنل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس کی اشاعت سے خوابیدہ مسلم قوم میں نئی زندگی کا آغاز ہوگا"۔ پروفیسر آر۔ اے۔ نکلسن نے اپنے خط میں پکتھال کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے اسلامک کلچر کی اہمیت اور اس کے بلند معیار کی تعریف کی۔ مسلم ترک فاضل اسد فواد بے نے لکھا "میں اسلامک کلچر کی شاندار کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ذریعہ ایک نیک کوشش کا آغاز ہوا ہے جو صرف ہندوستان میں اسلام کی خدمت اور اس کے فروغ کے لیے نہیں ہے بلکہ اس سے تمام عالم مستفیض ہوگا"[1]

اسلامک کلچر کی اشاعت سے قبل پکتھال نے مسلمانوں میں عقلیت کا رجحان پیدا کرنے کی غرض سے مالابار اور مدراس میں لیکچرس کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ بعد میں ان لیکچرس کو مقالات کی شکل دے کر اسلامک کلچر میں شائع کیا۔ یہ مقالات آج بھی بصیرت افروز ہیں۔ اپنی اہمیت کے اعتبار سے ان دونوں مقالات کا اردو میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ اس مختصر مقالہ میں ان کے چند اقتباسات کا مفہوم پیش کیا جارہا ہے۔

پہلا مقالہ "مسلم ایجوکیشن" کے عنوان سے ہے۔ یہ اس لیکچر پر مبنی ہے جو کہ مالابار میں وہاں کے مسلمانوں کی دعوت پر دیا گیا تھا۔ اس میں مسلمانوں کو یاد کرایا گیا ہے کہ یورپ کے جدید علوم (Sciences) کو عیسائی علوم سمجھنا اور اس بنا پر اُن کے پڑھنے یا سیکھنے کی مخالفت کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ دورِ حاضر کے

---

[1] اسلامک کلچر پر تبصروں کے لیے دیکھئے اسلامک کلچر، جلد دوم۔

مسلمان اسلام کی روح اور عہدِ وسطیٰ میں اس کی علمی ترقی کی تاریخ سے ناواقف ہیں۔ اس ضمن میں وہ اسلام سے متعلق لارڈ کرومر (Lord Cromer) کی رائے پر کہ "اگر اسلام کو جدید بنانے کے لیے اس میں اصلاح کی گئی تو اسلام اسلام نہیں رہے گا" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لارڈ کرومر کو اسلام کا صحیح علم نہیں تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے اسلام کو جس میں غیر اسلامی اثرات داخل ہو گئے تھے اور جن کی وجہ سے اسلام میں فکری تضادات اور اخلاقی خرابیاں داخل ہوگئی تھیں، انھیں وہ اصل اسلام سمجھتا تھا"۔ بکتھال کے نزدیک کرومر کی رائے سے بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان بھی جن کی تربیت قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہوئی ہے، متاثر ہو گئے اور یہ تعلیم یافتہ مسلمان اپنے ہر عمل کو نبی کریم[1] کے عمل کے عین مطابق تصور کرتے ہیں۔ اس طرح ایک نیم تباہ کن سماجی ڈھانچہ وجود میں آگیا ہے اور اسی کو اسلامی ڈھانچہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں کسی بھی تبدیلی کو خواہ وہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہو کفر کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: "مسلمان ماضی کی یاد میں پڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اسلام جدیدیت (Modernity) پسند مذہب ہے اور آیتِ کریمہ "تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ" کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ ماضی میں جن لوگوں نے اچھے کارنامے انجام دیے اُن کو اس کا اجر ملا، اُن کے اچھے اعمال کا صلہ بعد میں آنے والوں کو نہیں ملے گا۔ غرض کہ انسان کو ایسا عمل کرنا چاہیے جو کہ اُس کے زمانہ اور بعد میں آنے والے زمانہ کے لوگوں کے لیے فائدہ مند ہو اور انسانی تہذیب کا ورثہ بن سکے"۔

مادری زبان میں ذریعۂ تعلیم کی اہمیت کو مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مادری زبان میں جدید علوم کی تعلیم مصر اور ترکی میں شروع ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں نظام حیدرآباد کی بھی تعریف کرتے ہیں کہ اس کی دلچسپی کے باعث عثمانیہ یونیورسٹی میں جدید تعلیم اردو زبان میں ہونے لگی ہے اور طلبار کی سہولت کے لیے جدید علوم پر انگریزی کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہونے لگا ہے لیکن یہ بھی باور کراتے ہیں کہ

---

[1] خاص بات یہ کہ جب بکتھال نبی کریمؐ کا ذکر کرتے ہیں تو عقیدت میں Our Prophet لکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تاخیر نقصان دہ ہوگی کیونکہ ترجمہ میں وقت لگے گا۔ عجلت وقت کی ضرورت ہے۔ ترقی اور خوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ انگریزی زبان سیکھی جائے۔

پکتھال مسلمانوں میں اس غلط فہمی کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیم سے مراد صرف علم فقہ کی تعلیم ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسلامی تعلیم صرف فقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے مسلمان کی تمام تعلیم کا حصول اس کے لیے دینی عمل کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ کسی اسلامی مملکت میں مذہبی اور غیر مذہبی تعلیم دینے کے لیے علاحدہ علاحدہ تعلیم گاہیں نہیں ہوں گی۔ مسلم ریاست خود ایک مذہبی ادارہ ہوگی۔ ہر جگہ مذہبی تعلیم دوسرے علوم کے ساتھ دی جائے گی۔ ایک مسلمان کی روزمرّہ کی زندگی اسلامی دائرہ میں آتی ہے۔ اس میں حصولِ تعلیم بھی شامل ہے۔ درحقیقت اسلام میں دینی اور سیکولر اصطلاحات نہیں پائی جاتی ہیں۔ وہ اصطلاحات جن پر ہمیں غور وفکر کرنا ہوگا وہ نیک اور بد کی اصطلاحات ہیں۔ اسلام کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ ہم جدید تعلیم کو اپنائیں اور اس کو اسلامی تعلیم بنالیں۔ اس سلسلے میں پکتھال اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ بہت سے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں جدید علوم کی اہمیت کا احساس پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کو اسلام کا علم بھی ہے۔ ان کے نزدیک ان مسلمانوں کی روشن خیالی جدید تعلیم کی دین ہے اور نئے زمانہ کے تقاضوں کا صرف انھیں کو ادراک ہو بھی سکتا ہے۔ پکتھال نے پُرزور الفاظ میں یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یورپ کے جدید علوم عیسائیوں کی دین نہیں ہیں بلکہ ان تمام علوم کی ترقی مسلمانوں کے عروج کے سنہرے دور میں ہوئی تھی اور اس سلسلے میں اہلِ یورپ اسلام اور مسلمانوں کے ممنونِ احسان ہیں۔[۱]

پکتھال کا دوسرا طویل مقالہ بعنوان اسلامک کلچر (Islamic Culture) پہلی جلد کے دوسرے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ یہ مقالہ ان کے مدراس کے لیکچر پر مبنی ہے۔ اس میں اسلام کی درخشندہ ثقافت کے ارتقاء اور اس کے انحطاط پر بصیرت افروز بحث ملتی ہے۔ مقالہ کے شروع میں اس عام خیال کی تردید

۱۔ اسلامک کلچر۔ حیدرآباد، شمارہ اول، جلد اول، ص ص ۱۰۰ تا ۱۰۸

کی گئی ہے کہ اسلام فتوحات کا مذہب ہے یا اس کی ترقی میں مسلمانوں کی فوجی طاقت یا تلوار کا دخل ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسلام کے صدرِ اول میں مسلمانوں نے جو جنگیں لڑیں وہ اسلام اور اپنے دفاع میں لڑیں۔ لیکن اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں مفتوحہ ممالک میں پسماندہ لوگوں کو جو اہلِ حرفہ تھے حکمراں طبقہ یا اونچی ذاتوں کے لوگوں کے ظلم و استبداد سے نجات ملی۔ اسلامی قانون جو اونچے اور نیچے طبقات کے لوگوں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھتا، کے نفاذ سے ان کم زور لوگوں کا معاشی اور سماجی استحصال رک گیا۔ ہر ملک میں اکثریت کسانوں، اہلِ حرفہ اور محنت مزدوری کے کام کرنے والوں کی تھی۔ مصر، فلسطین اور شام میں جہاں عیسائی مذہب کا بول بالا تھا، غریب اور محنت مزدوری کرنے والے افراد کو اُن کے مذہبی رہنماؤں نے بتایا تھا کہ اُن کے افلاس کا انعام موت کے بعد عالمِ ارواح میں ملے گا۔ اسے ایک مذہبی آئیڈیل (Ideal) سمجھا گیا۔ اس کے برعکس حکمراں عیسائی طبقہ کے لوگ عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ مسلم فاتحین نے ہر ملک میں سماجی انصاف قائم کیا۔ اسلامی قانون کی نگاہ میں ہر شخص برابر تھا۔ دوسرے مسلمانوں کے سماجی نظام نے جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور انسانی بھائی چارہ اہم تھے اور جس کا اظہار مسلمانوں کے آپسی ربط ضبط، رہن سہن اور باہمی بھائی چارہ میں ہوتا تھا غیر مسلم لوگوں کے لیے کافی کشش تھا۔ جلد ہی نیچے کے پس ماندہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ ہر ملک میں ایسی سماجی تبدیلی واقع ہوئی کہ اکثریت مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ صرف اونچے یا پرانے حکمراں طبقہ کے عیسائی یا زرتشتی (ایران کے) ہی اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے۔ اور ان کو اور اُن کی آنے والی نسلوں کو ہر مسلم ملک میں مکمل مذہبی آزادی حاصل رہی۔

عرب ملکوں میں اپنے زمانۂ سیاحت اور اسلام قبول کرنے سے پہلے کے تجربہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ شام کے عیسائیوں کے ساتھ رہے اور اُن سے قریبی تعلق پیدا کیا۔ شام کے مہذب اور تعلیم یافتہ عیسائیوں نے ان سے اعتراف کیا کہ اسلام کا ابتدائی دور انسانی تاریخ کا سنہرا دور تھا اور اسلام کے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ بن خطاب عیسائیوں کے مربی تھے۔ پکتھال اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر

کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے برخلاف مسلمان مذہبی تعصب سے پاک ہیں اور صلیبی جنگوں کے بعد بھی عیسائیوں سے تعصب نہیں برتتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں اسپین کے مسلم حکمرانوں کی رواداری کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ اُن کے دورِ حکومت میں اسپین میں عیسائی شہادت حاصل کرنے کے شوق میں مسجدوں میں داخل ہوکر مسلمانوں کی موجودگی میں نبیؐ کریمؐ کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرکے سبِّ نبی کے مرتکب ہوتے تھے۔ صرف ایسے مجرموں ہی کو سزا دی جاتی تھی اور عام عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں میں ردِّ عمل نہیں ہوتا تھا۔ سبِّ نبی کو روکنے کے لیے اکثر عیسائی مذہبی رہنماؤں سے تعاون حاصل کیا جاتا تھا۔

مغربی ایشیا، کے ملکوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ وسط ایشیا، اور سندھ اور پنجاب کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان علاقوں کی اسلامی فتح کے بعد عربوں کے زیرِ حکومت آنے کے بعد نچلے طبقہ کے لوگ جن کا استحصال اونچی ذات یا اونچے طبقہ کے لوگوں کے ہاتھوں ہو رہا تھا، بڑی حد تک آزاد ہو گئے۔ یعنی اس سلسلے میں ان کے خلاف قانونی بندشیں ختم ہوگئیں۔ مغربی ممالک کی طرح یہاں بھی مذہبی پیشواؤں کی ان پر گرفت ڈھیلی پڑگئی تھی۔ شہروں اور قصبات میں اہل حرفہ نئی سماجی تبدیلیوں سے متاثر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور اُن کے اثر میں ان کی ذاتوں کے لوگ دیہات میں بھی مسلمان ہونے لگے۔ کپڑا بننے والی ذات کے لوگ جو کہ نچلی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور جس کے سماج میں حقوق نہ ہونے کے برابر تھے، وہ مسلمانوں کے زیرِ حکومت علاقوں میں سب کے سب مسلمان ہو گئے تھے۔ بہت سے ملکوں کے باشندوں نے اپنی قدیم زبان کو ترک کر دیا اور عربی زبان کو اختیار کرلیا۔ اگر آج اُن کے وارثوں سے اُن کی اپنی اصل کے متعلق پوچھا جائے تو وہ بغیر کسی پس وپیش کے اپنے اجداد کو عرب بتائیں گے۔ وہ اسلامی حکومت کے قیام کو حکومتِ الٰہیہ کا قیام تصور کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ایسے خوشگوار حالات میں جو تہذیب پیدا ہوتی تھی وہ تاریخِ عالم میں انسانی فلاح وبہبود کے اعتبار سے عجیب وغریب تہذیب تھی اور اس تہذیب کے فروغ میں خلفاء بنی امیہ کے اہم رول کا بھی بڑا حصہ تھا۔

غلامی کے ادارے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل ہر ملک اور ہر تہذیب میں غلام پائے جاتے تھے لیکن اُن کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اگرچہ غلامی اسلامی تعلیم کی روح کے خلاف تھی لیکن حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے ختم نہیں کی جا سکی تھی۔ تاہم اسلامی معاشرے میں غلام کے حقوق متعین تھے۔ ان حقوق سے اسے محروم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ غلام اپنی آمدنی میں سے بڑے حصہ کا مالک ہوتا تھا اور روپیہ پس انداز کر کے اپنی آزادی اپنے آقا سے خرید سکتا تھا۔ علاوہ ازیں نبی کریمؐ کی تعلیمات میں غلام کو بغیر قیمت لیے ہوئے آزاد کرنے کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم ثواب کا عمل بتایا گیا ہے۔ بدترین گناہوں کا کفارہ صرف غلام کو آزادی بخش کر ادا ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بھی ہدایت ہے کہ جو خود کھاؤ اور پہنو وہ غلام کو بھی کھلاؤ اور پہناؤ۔ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس تعلیم کے نتیجہ میں مسلم معاشرے میں غلام اپنی ذاتی صلاحیت کی بنا پر عظیم شہری بنے۔ کئی ملکوں میں غلام بادشاہ کے مرتبے تک پہنچے۔ غیر مسلم معاشروں میں غلام کو جانوروں سے بدتر حالت میں رکھا جاتا تھا۔ مکیھال امریکہ کی مثال دیتے ہیں کہ وہاں انیسویں صدی تک حبشی غلام غیر انسانی زندگی گذارنے کے لیے مجبور تھے۔

مسلم ممالک کی عظیم درسگاہوں کے تذکرہ میں افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ابتدا میں ہر اسلامی یونیورسٹی سے وابستہ فضلاء نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ مختلف علوم کی روایات کو آگے بڑھایا اور اس طرح اپنے علمی کارناموں سے انسانی دانشورانہ وراثت میں گراں قدر اضافہ کیا۔ جس سے بعد میں اہلِ یورپ مستفیض ہوئے۔ لیکن عالمِ اسلام میں علماء کے وقار میں تو اضافہ ہوا لیکن ان علماء نے اپنے پیشرؤں کی علمی روایت سے بے اعتنائی شروع کر دی۔ تحقیقاتی عمل کے بجائے روایت پرستی اور رجعت پسندی کے شکار ہو گئے۔ ماضی میں اسلاف کے تابندہ کارناموں پر فخر کرنے لگے اور مستقبل کے تقاضوں سے بے پرواہ ہو گئے۔ لہٰذا مسلمانوں میں فکری جمود پیدا ہونے لگا۔ علماء صرف مذہبی علوم کی تعلیم دینے لگے۔ اُن کا مطالعہ اور درس صرف قدیم مفکرین کی شرحوں تک محدود ہو گیا۔ نبی کریمؐ کی ہدایت کو کہ علم حاصل کرو جہاں بھی ملے عملی طور پر فراموش کر دیا گیا۔ نتیجہ میں اسلام کا حال بھی دوسرے مذاہب کی طرح

ہو گیا کیونکہ اسلام کے پیروؤں میں بھی انسانی ذہن اور اللہ کی کتاب کے درمیان میں قدامت پرست عالم یا شیخ طریقت آ گیا جب کہ اصل اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں تھی۔ اسلام نے مسلمان کو جو ذہنی آزادی بخشی تھی وہ پیری مریدی کے ذریعہ غلامی میں بدل گئی۔[1]

انگلش ہائی اسکول کا انتظام، درس و تدریس اور مجلّہ اسلامک کلچر حیدرآباد کو ترتیب دینے اور اس کی اشاعت کے علاوہ پکتھال نے قرآن حکیم کے انگریزی ترجمہ کا کام بھی حیدرآباد میں جاری رکھا۔ ان کا قرآن حکیم کا انگریزی زبان میں ترجمہ

The Meaning of the Glorious Quran

کے نام سے ۱۹۳۰ء میں نیویارک سے چھپا۔ اس ترجمہ کی بنا پر ان کو دنیا میں شہرتِ دوام ملی۔ اسی کے ساتھ وہ دوسری سماجی خدمات میں بھی مصروف رہے۔ جب نظام حیدرآباد کی قلمرو میں برطانوی حکومت کی نقل میں اعلیٰ افسران کے تقرر کے سلسلے میں آئی سی آئی کے امتحانات کی طرح اعلیٰ ملازمت کے لیے نظام سول سروس کے امتحانات کی شروعات ہوئی تو امیدواروں کی تربیت میں پکتھال نے بڑی دلچسپی لی۔ نوجوان طلبا، امیدواروں کی اچھی تربیت کے لیے وہ اُن کو اپنے گھر پر بھی رکھتے تھے۔ پکتھال نے اخیر عمر تک ترکی کے معزول خلیفہ سے بھی ہمدردی رکھی۔ ان کی کوشش کے نتیجہ میں خلیفہ عبدالمجید کی اکلوتی بیٹی دُرِّشہوار کی شادی نظام حیدرآباد کے بڑے بیٹے اور ولی عہد شہزادہ اعظم جاہ سے ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ چونکہ اپنی معزولی کے بعد خلیفہ استنبول سے فرانس کے شہر نائس (Nice) میں پناہ گزیں ہو گئے تھے لہٰذا برات میں صرف چند لوگ ہی جا سکتے تھے۔ ان براتیوں میں سر اکبر حیدری اور نواب مہدی یار جنگ کے علاوہ پکتھال بھی شامل تھے۔[2]

---

[1] دیکھیے اسلامک کلچر حیدرآباد، جلد اول، شمارہ ۲ ۱۹۲۷ء ص ص ۲۶۱ تا ۲۶۲

[2] دیکھیے Corad Corfield, The Prircely India I Knew Madras 1975, PP - 58-59; Also A. Khalidi, Oltoma Royal family in Hyderabad - Deccan, India, Hamdard Islamicus July-Sept. 1998, Vol. XXI, no.3, PP.77-78

گوناگوں مصروفیات اور دکن کی ناموافق آب و ہوا نے پکتھال کی صحت کو بُری طرح متاثر کیا۔ ۱۹۳۵ء میں وہ انگلستان واپس جانے کے لیے مجبور ہو گئے لیکن وہاں بھی صحت یاب نہ ہو سکے۔ ۱۹ ارمئی ۱۹۳۶ء میں انھوں نے انتقال فرمایا۔ اُن کی موت سے ہندوستان کے مسلم دانشوروں کو بڑا صدمہ ہوا۔ حیدر آباد دکن میں تعزیتی جلسے میں اُن کی خدمات کو پوری طرح سراہا گیا۔ ہندو اور مسلمانوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ وہ اپنے شاگردوں کے درمیان کسی قسم کے تعصّب یا تفریق کو روا نہیں رکھتے تھے۔ ہندو اور مسلم طلباء کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں یکساں رویہ رکھتے تھے۔ اُن کی ذات سے دونوں کو برابر کا فیض حاصل ہوا۔ مجلّہ اسلامک کلچر کی دسویں جلد میں اُن سے متعلق جو تعزیت نامہ (Obituary) چھپا ہے وہ ایک غیر مسلم یورپین کے قلم سے ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی پُرکشش شخصیت کے حامل تھے کہ اُن کے عیسائی سے مسلمان ہونے کے بعد بھی عیسائی اُن کی خوبیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے اگر اُن سے اُن کا ذرا سا بھی تعلق رہا۔

اخیر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں عقلیت پسندی اور روشن خیالی پیدا کرنے میں سرسید احمد خان اور اُن کے رفقاء کے بعد پکتھال نے بہت ہی اہم کام انجام دیا۔ اُن کی کوششیں بارآور ہوئیں۔ اُن کے مسلم شاگرد جدید ذہن کے حامل بنے، دکن میں جدید تعلیم کی ترقی ہوئی۔ اُن کے جاری کیے ہوئے مجلّہ اسلامک کلچر سے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہوئی اور وہ جدید دنیا میں اسلام کے دفاع کے قابل ہوئے۔ یورپ اور ایشیا میں انگریزی داں غیر مسلم لوگوں میں اسلامک کلچر کے مقالات سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا تدارک ہی نہیں ہوا بلکہ اس کے وقار میں بھی اضافہ ہوا۔ اُن کے قرآن حکیم کے ترجمہ سے یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں کو قرآنی تعلیمات کا صحیح علم ہوا۔ وہ دور جو کہ اسلامی تاریخ میں ایک نہایت ہی نامساعد دور کہا جا سکتا ہے، اس میں متعدد عیسائی دانشوروں نے ان کا ترجمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ اُن کے اپنے لکھے ہوئے مقالات آج بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اُن سے اسلام کی اُن خوبیوں کا ادراک ہوتا ہے جن پر پیدائشی مسلمان کم ہی غور و خوض کرتے ہیں، لیکن اُن میں غیر مسلم دانشوروں کے

لیے ذہنی اور فکری کشش کا سامان ہے۔ اپنی اہمیت کے اعتبار سے پکتھال کے مقالات کا اردو اور دوسری زبانوں میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ اس سے بصیرت اور راہنمائی کے بہت سے پہلو مسلمانوں کے سامنے آئیں گے۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی ایک پیش کش

عہد نبوی کا نظام حکومت

پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

سیرت نبوی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر اب تک چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا لیکن اس کتاب میں اس لحاظ سے جدت اور ندرت پائی جاتی ہے کہ وہ ایسے موضوعات پر مشتمل ہے جن سے کتب سیرت میں بہت کم تعرض کیا گیا ہے۔ ابتدا میں عہد رسالت میں ریاست کے تدریجی ارتقا پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے پھر اس کے دور مبارک میں شہری نظم و نسق اور فوجی، مالی اور مذہبی نظاموں سے مفصل بحث کی گئی

اسلامی تاریخ اور سیرت نبوی پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی کا خاص موضوع ہے۔ ان کا نام اعلیٰ تحقیقی معیار کی ضمانت ہے۔

کتاب پر مولانا سید جلال الدین عمری سکریٹری ادارہ اور نائب امیر جماعت اسلامی ہند کا مختصر اور مفید مقدمہ بھی ہے۔

آفسٹ کی خوبصورت طباعت، عمدہ کاغذ، صفحات ۱۳۶ قیمت ۳۰/- زیادہ منگوانے پر خصوصی رعایت

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی - دودھ پور - علی گڑھ